سدا سکھ لعل

از

گربچن چندن

آف پرنٹ [illegible]

کتاب نما دہلی

ماہ فروری ۱۹۹۲ء

گربچن چندن
۵۵-۴۰، جنگ پورہ۔ ایکسٹینشن
نئی دہلی۔

سدا سکھ لعل

اردو صحافت کا پہلا اڈیٹر

5640

اردو صحافت کی ابتدا کے بارے میں مورخوں نے متعدد نظریے پیش کیے ہیں لیکن کلکتہ سے "جام جہاں نما" کے اجراء سے قبل کے کسی دعوے کے بارے میں کوئی مستند ثبوت یا اس دعوے سے وابستہ اخبار کا کوئی پختہ اقتباس آج تک پیش نہیں کیا گیا۔ "جام جہاں نما" کا جو ۲۷ مارچ ۱۸۲۲ کو جاری ہوا نہ صرف مستند سرکاری ریکارڈ دستیاب ہے بلکہ اس زمانے کے کئی اخباروں اور رپورٹوں میں اس کا ذکر بھی ملتا ہے۔

قدیم ریکارڈ کے صدر دفتر نیشنل آرکائوز آف انڈیا (نئی دہلی) کے سرکاری کاغذ میں بتایا گیا ہے کہ "جام جہاں نما" ہندستانی یا اردو کا اولین اخبار تھا۔ اس کے اجرا کے لیے درخواست ہری ہردت نے داخل کی تھی۔

اپنے اخبار کی ادارت کے لیے ہری ہردت نے سدا سکھ لعل کا انتخاب کیا جو ایک ذہین اور علم پرور منشی تھے اور صحافت کے علاوہ تصنیف و تالیف کی صلاحیت سے بھی مالا مال تھے۔ ان کی پیدائش، وفات اور دیگر سوانح حیات کے بارے میں اردو ادب کی تاریخیں کم و بیش خاموش ہیں۔ لہٰذا یہاں ہم دستیاب متفرق شواہد سے ان کے احوال مرتب کر کے پیش کر رہے ہیں۔

موصوف کلکتہ کے علاقہ مرزا پور میں رہتے تھے جو ہری ہردت کے محلہ کولوٹولہ کے پڑوس ہی میں ایک محلہ تھا۔ یہ علاقہ اپنی علمی سرگرمیوں کے لیے مشہور تھا۔ اسی مرزا پور کے بارے میں مارنومبر ۱۷۸۵ء کے "کلکتہ گزٹ" میں ایک شخص جان اسٹین برو (JOHN STEN BEROW) نے ایک اشتہار چھپوایا جس میں "عوام کو یہ اطلاع" دی گئی کہ وہ "نہایت معقول فیس پر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے ایک اسکول شروع کر رہے ہیں جہاں پڑھنے لکھنے اور ریاضی کے اسباق دیے جائیں گے۔ لڑکیوں کو سلائی اور ڈوری فیتے کا کام بھی سکھایا جائے گا۔" آج بھی اس کے متوازی علاقے میں کلکتہ یونی ورسٹی اور کچھ کالج واقع ہیں۔ آج کل مرزا پور علاقے کا نام سوریہ سین اسٹریٹ ہے۔

سدا سکھ لعل نہ صرف برصغیر کی اردو صحافت کے اولین اڈیٹر ہیں بلکہ اس کے پہلے ممتاز کثیر لسانی مترجم اور مؤلف بھی ہیں جو انگریزی، فارسی، عربی اور ہندی سے اخذ و استفادہ کر سکتے تھے۔ اس زمانے میں مترجم منشیوں کی کثرت تھی اور فورٹ ولیم کالج کے اندر اور باہر ان کی آمد و رفت کا زور و شور تھا۔ لیکن سدا سکھ لعل کی منشی گیری کا انداز مختلف اور منفرد تھا۔ وہ چند قلمی نسخوں کے ترجموں تک محدود نہیں تھے بلکہ انھوں نے عصر حاضر کے انگریزی اخباروں، رسالوں، کتابوں اور رپورٹوں کا مطالعہ کیا اور ان کے مندرجات سے مختلف موضوعات پر اپنا قلم رواں کیا۔ علم و دانش کی اس نشاۃ ثانیہ میں وہ دل و جان سے سرگرم اور پیش پیش تھے۔ اس عمل میں انھوں نے نسیم مغرب کا صدق و صفا سے لطف اٹھایا کہ اس وقت علم و دانش کی یہی نئی روش تھی۔ ان کے موضوعات میں صحافت کے علاوہ تاریخ، سائنس، اخلاق، قانون اور فنون ایسے کئی جدید عنوان شامل تھے۔

انھوں نے آگرہ اور الٰہ آباد سے متعدد اخبار جاری کرنے کے علاوہ اس دور کے طباعتی مرکز الٰہ آباد میں اپنا ایک مطبع بھی قائم کیا جس کا نام "مطبع نور الابصار" تھا۔ اس مطبع کی ایک شاخ آگرہ میں بھی تھی۔

انھوں نے تقریباً ڈیڑھ درجن کتابیں تصنیف یا ترجمہ کیں لیکن ان کے نسخے یہاں میسر نہیں آئے۔ یہ لندن میں انڈیا آفس لائبریری اور برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔ انڈیا آفس لائبریری سے مسلسل خط و کتابت کے بعد راقم الحروف نے وہ نقول حاصل کیں جن کے احوال اس باب میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

سدا سکھ لال کے صحافتی کیریر کا آغاز جام جہاں نما سے ہوا۔ اس اخبار کا اولین شمارہ جس میں اڈیٹر نے اس کے مقاصد یا لائحہ عمل کی کچھ وضاحت کی ہو کسی آرکائیوز میں نہیں ملتا لیکن ان مقاصد کی نشان دہی خود مالک اخبار، ہری ہر دت نے اس کے لائسنس کی درخواست ہی میں کر دی تھی۔ اس امر کی طرف اس زمانے کی حکومت کے چیف سکریٹری مسٹر بیلی کے ایک تبصرہ میں بھی اشارہ کیا گیا ہے لیکن اس تبصرے میں ایک اضافہ بھی ملتا ہے۔ یہ اضافہ مسٹر بیلی نے اخبار کے دوسرے شمارے سے لیا جس میں اڈیٹر نے کہا:

> ہر شخص کو جس کے پاس اشاعت کے لیے کوئی خبر، منصوبہ یا حقائق پر مبنی امور کا کوئی مواد ہو۔ یہ دعوت ہے کہ وہ اسے اڈیٹر کو بھیجے جو اسے شائع کرے گا اور نامہ نگار کے نام کو حفاظت سے صیغۂ راز میں رکھے گا۔

اس اعلان سے ہمیں اڈیٹر کے شعورِ صحافت کا پختہ اور روشن ثبوت ملتا ہے۔ اس نے انگریزی اخباروں سے خبریں لینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے تئیں عوام کی رہنمائی کے لیے ایک ملا کے عام بھی اور ہر واقف کار کے لیے کالم کھول دیے تاکہ وہ اپنے اپنے علاقوں کے اہم واقعات کو مشتہر کر سکیں۔ اس دور میں ایک نو زائیدہ دیسی اخبار کی طرف سے یہ حکمت عملی بڑی سوجھ بوجھ اور صحافت پروری کی روشن تھی۔

بلا شبہہ اخبار میں اس کی علانیہ غرض وغایت کے مطابق انگریزی اخباروں سے ترجمے کو سرِ فہرست رکھا گیا لیکن یہ اس دور کا قدرتی لازمہ تھا۔ دیسی اخباروں کے پاس فارسی میں کام کرنے والے وقائع نویسوں کے علاوہ جو زیادہ تر شمالی ہند اور جنوبی ہند کے دور دراز مقامات میں مقیم تھے، خبروں کی فراہمی کا اور کوئی باقاعدہ اور قابلِ اعتماد ذریعہ نہیں تھا اور فارسی کے وقائع ترجمے ہی کے شعبے میں اضافہ کرتے تھے۔ پھر ان وقائع کی ترسیل کے لیے جو نظام اس زمانے میں مہیا تھا وہ بہت تاخیر طلب تھا۔

اس کے باوجود اڈیٹر نے اردو حصے کے مشمولات کو اخبار کے فارسی حصے سے الگ مواد اور کردار دیا۔ مزید انھوں نے وقائع نویسوں سے موصول ہونے والی رپورٹوں کی اخبار میں اشاعت سے قبل ان کی نوک پلک درست کی تاکہ ان کی پیش کش میں عمدگی، کشش اور دلچسپی پیدا کی جا سکے۔ انتخاب اور ترتیب کے اس عمل میں مالکِ اخبار ہری ہر دت کا مشورہ ضرور شامل رہا ہوگا کیوں کہ وہ خود نہ صرف صحافت کے شوق بلکہ شعور سے بھی معمور تھا۔

شواہد اور قرائن سے مزید پتا چلتا ہے کہ سیاسی اعتبار سے یہ دونوں حضرات حکومت کی وفاداری کی راہ پر چلنے والے تھے گو انھیں اخباروں کی خبروں میں معلومہ واقعات کو پیش کرنے کی آزادی رہا کی۔

اس زمانے میں باقاعدہ اداریے لکھنے کا رواج نہیں تھا۔ بس خبروں کے انتخاب اور شمول ہی سے اڈیٹر کے رویے کا اظہار ہوتا تھا۔ لیکن جامِ جہاں نما کے اڈیٹر نے خبروں کے اندر کہیں کہیں اداریتی چٹکی لینے کی طرح ڈالی۔

بہر حال اس کی محتاط روش کے بعد بھی حکومت نے اس کی تحریروں میں ایک طرح کی جھجھک محسوس کی جس پر چیف سکریٹری نے دیسی صحافت میں اس روش کے پھیلنے کا خطرہ محسوس کیا اور اسے روکنے کے اقدام کیے جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

سدا سکھ لعل فارسی اور اردو کے علاوہ ہندی، سنسکرت اور انگریزی میں بھی معقول استعداد رکھتے تھے۔ انھوں نے ان میں سے اکثر زبانوں کی فرہنگیں تیار کیں۔ ان کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ وہ ان زبانوں کے اتالیق بھی رہے۔ کلکتہ میں وہ انگریزوں کے ٹیوٹر تھے اور انھیں فارسی و ہندستانی پڑھاتے تھے۔ بعد میں جب وہ شمالی ہند میں آگرہ میں منتقل ہو گئے تو ہندستانیوں کو انگریزی پڑھانے کے لیے ایک "قواعدِ انگریزی" مرتب کی۔ اس دور میں جب کہ انگریزی سیکھنے کے ذرائع نہایت محدود اور نجی قسم کے تھے۔ ایک دیسی منشی کا یہ مرتبہ حاصل کر لینا ایک معرکہ تھا جس سے اس کی قابلیت اور علمیت کا ٹھوس ثبوت ملتا ہے۔

جامِ جہاں نما کی زبان اردو سے فارسی ہوئی اور پھر فارسی اور اردو دونوں۔ اس سارے زمانے میں سدا سکھ لال ہی اخبار کے مدیر رہے۔ اردو نثر نگاری کے فقدان کے باوجود انھوں نے اس زمانے میں جامِ جہاں نما میں (جس کا اردو حصہ تقریباً پانچ برس تک جاری رہا) اردو نثر کے عمدہ نمونے پیش کیے۔ ان کی تحریروں کا انتخاب ہم ایک الگ باب میں شامل

کر رہے ہیں۔ دور نزدیک کی خبروں کے علاوہ اڈیٹر نے اخبار میں مضامین کے کئی خصوصی سلسلے شائع کیے جو مختلف انگریزی کتابوں سے چابک دستی سے ترجمہ کیے گئے تھے۔ چنانچہ اس میں تقریباً دو سال تک یکے بعد دیگرے "تاریخ انگلستان"، "بونا پارٹ کے محاربات" اور "تاریخ عالمگیری" کے ابواب کے سلسلے شائع ہوئے۔ یہ مندرجات خبر اور مضمون دونوں کی خصوصیات اور خوبیوں کے حامل تھے۔ ان میں بین السطور اڈیٹر بھی کبھی کبھی اپنی رائے کا اظہار کرتا رہا جس سے اخبار اور اڈیٹر دونوں کی ذہنی افتاد اور پالیسی کے بارے میں بڑی اچھی رائے قائم ہوتی ہے۔

جام جہاں نما کے کالموں سے اندازہ ہوتا ہے کہ سدا سکھ لال محنتی اور گوشہ نشین قسم کا آدمی تھا۔ اس نے صحافت کا کام بڑی لگن سے کیا وہ ہر ہفتے بلا ناغہ اس میں آٹھ صفحات فارسی اور چار صفحات اردو کا مواد پیش کرتا رہا۔

اس کی اردو تحریروں نے اس نوخیز زبان کی بیش بہا صلاحیتوں کو اجاگر کیا لیکن خریداروں کی قلت نے اخبار کے اردو حصے کی عمر مختصر کردی۔ چنانچہ ۲۳ جنوری ۱۸۲۸ء کو جب اس کی اشاعت بند کی گئی تو اڈیٹر کو لکھنا پڑا:

"بہتیرے قدر شناس جن کی لطف گستری سے اس کاغذ یعنی اخبار نے رونق اور شہرت پائی، اردو عبارت سے ذوق نہیں رکھتے۔"

اس اعلان کے دو ہی ہفتے بعد ۱۶ فروری ۱۸۲۸ء کے فارسی جام جہاں نما میں ہمیں اڈیٹر کی طرف سے یہ اطلاع ملتی ہے کہ:

"کئی دنوں سے جسمانی امراض اور دماغی بوجھ میں مبتلا ہے۔ ہاتھ کام کرنے سے معذور ہیں اور دل کسی طرح بس میں نہیں۔ گو وہ کافی عرصے سے اخبار نگاری کا اپنا کام بساط بھر کرتا رہا ہے۔ لیکن اب ضروری ہے کہ وہ اپنے کرم فرما قارئین سے درخواست کرے کہ جب تک وہ شفایاب نہ ہو جائے وہ اس کی معذوریوں کو درگزر کریں۔

اڈیٹر کے اس اعلان سے مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں:

(۱) اخبار کے لیے دن رات کی محنت اور کام کے بوجھ نے اس کے جسم اور دماغ دونوں کی صحت کو بے حد متاثر کیا تھا۔

(۲) صحت کی خرابی کے باوجود وہ کافی عرصے سے اخبار نگاری کا اپنا کام بساط بھر کرتا رہا۔ لیکن اب اس کا مزید بوجھ برداشت کرنا ناممکن ہوگیا۔"

(۳) بیماری کے علاج اور غالباً آب و ہوا کی تبدیلی کے لیے اس نے قارئین سے معذرت چاہی۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد سدا سکھ لال نے کلکتہ چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور آگرہ چلے گئے جو اُن کا وطن پیدائش تھا۔ اپنی تصنیف 'گلدستۂ اخلاق' کی تمہید میں انھوں نے

اپنے نام کے ساتھ "اکبرآبادی" لکھا ہے۔ اس تمہید میں ان کے نام کا املا "سدا سکھ لعل" ہے۔ لیکن کتاب کے سرورق کی عبارت میں یہ "منشی سدا سکھ لال" ہے۔ یہ شہر اس زمانے میں نئی برطانوی حکومت کا صدر مقام بھی تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۸۲۵ء سے قبل آگرہ میں آگئے تھے اور اپنی علمی و صحافتی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ کلکتہ میں انھوں نے اپنی علمیت کی جو دھاک قائم کی تھی اس کی سرکاری حلقوں میں قدر و منزلت تھی۔ چنانچہ آگرہ آکر انھوں نے سب سے پہلے غالباً انھیں حلقوں کے ایما پر سپریم کورٹ کے ان قوانین کا اردو میں ترجمہ کیا جو ممالک مغرب و شمال (موجودہ اتر پردیش) میں اس وقت مروج تھے۔ یہ ترجمہ ۱۸۳۴ء میں مکمل ہوا اور ۱۸۵۵ء بعد میں آگرہ سے جاری ہونے والے تمیں کے اخبار "نورالابصار" کے مطبع سے ۱۸۹۹ء میں طبع ہوا۔ یہ مطبع ۱۸۵۲ء میں موجود تھا اور اسی میں سدا سکھ لال کا ہندی ہفت روزہ "بدھی پرکاش" بھی طبع ہوتا تھا۔[۵] یہ شخص ۱۸۵۷ء کی عظیم بغاوت کے زمانے میں بھی مصروف تحریر تھا اور اسی زمانے میں بھی ان کے مطبع نورالابصار میں ان کا "تذکرۃ المشاہیر" (دوسرا حصہ) شائع ہوا۔[۶]

ان امور کے پیش نظر ہندی ادب کے ایک مورخ رام چندر شکل کا یہ قیاس تسلیم کرنا مشکل ہے کہ سدا سکھ لعل کا انتقال ۱۸۲۴ء میں ہو گیا۔

اس قیاس کا حوالہ دیتے ہوئے ہندی صحافت کے ایک مورخ امبیکا پرشاد باجپئی نے لکھا ہے کہ:

> "سدا سکھ نام کے ایک سے زیادہ اشخاص ہوئے۔ اس زمانے میں ایک دلی کے سدا سکھ لال شاعر تھے، جو "نیاز" تخلص کرتے تھے۔ یہی نام کلکتہ کے جام جہاں نما اور آگرہ کے (ہندی ہفت روزہ) بدھی پرکاش (اجرا ۱۸۵۲ء) کے اڈیٹروں کا بھی تھا۔ البتہ منشی سدا سکھ لال نیاز ۱۷۹۳ء کے لگ بھگ چنار میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے تحت کسی اچھے عہدے پر فائز تھے اور ۱۸۱۱ء میں ۶۵ سال کی عمر میں نوکری چھوڑ چکے تھے۔ ۱۸۲۴ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ممکن ہے کہ یہی سدا سکھ لال وہ شخص ہو جو ۱۸۲۲ء میں جام جہاں نما کا اڈیٹر مقرر ہوا تھا لہٰذا بدھی پرکاش والا سدا سکھ لال کوئی دوسرا شخص تھا۔"[۷]

موصوف کا یہ قیاس جام جہاں نما کے ریکارڈ سے قطعاً میل نہیں کھاتا کیوں کہ جو شخص ۱۸۲۸ء میں اپنی بیماری کی خبر دے رہا ہے اس کی ۱۸۲۴ء میں وفات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ایک اور سدا سکھ کا ذکر ٹی ڈبلیو بیل (T.W. BEALE) کی بائیوگرافیکل ڈکشنری میں ملتا ہے جو اس طرح ہے:۔

سدا سکھ (خلف بشنو پرشاد، خلف گلاب راؤ) الہ آباد کا ایک کائستھ اور نثر و نظم نگاری کے فن پر ایک کتاب "مرصع خورشید" کا مصنف۔ یہ کتاب ۱۸۰۲ء میں لکھی

گئی۔ اس کے علاوہ اس نے اردو میں حکایات (ANECDOTES) کی بھی
ایک کتاب لکھی تھی۔[۹]

اس اندراج میں کلکتہ اور جام جہاں نما کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا حالانکہ ۱۸۹۴ء میں چھپنے والی ایک کتاب میں اس امر کا ذکر ہونا عین ممکن اور مناسب ہوتا۔

امبیکا پرشاد باجپئی نے اوپر آگرہ کے ہندی اخبار بدھی پرکاش سے سداسکھ لال کے تعلق کی نفی کر دی ہے لیکن ہندی صحافت کے ایک اور مورخ آر۔ آر بھٹناگر نے کہا ہے کہ جام جہاں نما والا سداسکھ لال ہی بعد میں آگرہ کے بدھی پرکاش کا اڈیٹر مقرر ہوا۔[۱۰] یہی بات برٹش لائبریری (لندن) کے اسلامی زبانوں کے شعبہ (جنوبی ایشیا) کے کیوریٹر ڈاکٹر سلیم الدین قریشی نے کہی ہے۔[۱۱] موصوف انڈیا آفس لائبریری (لندن) کے ذخیرہ کتب اردو کے اس کیٹلاگ (مطبوعہ ۱۹۸۲ء) کے مرتب اور مؤلف ہیں جس میں ۱۸۰۰ء تا ۱۹۲۰ء کے دوران حاصل شدہ ان کتب کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ ان میں سداسکھ لال کی مختلف تصانیف شامل ہیں۔ متذکرہ بدھی پرکاش ۱۸۵۲ء یا ۱۸۵۳ء میں جاری ہوا اور آگرہ کے نورالابصار پریس میں طبع ہوتا تھا۔ یہ تعلیم نسواں کے حق میں تھا۔[۱۱] بھٹناگر نے مزید لکھا ہے کہ بدھی پرکاش (ہندی) کے ساتھ منشی سداسکھ لال نورالابصار (اردو) کے بھی اڈیٹر تھے۔ یہ دونوں اخبار برطانوی حکومت کے وفادار تھے اور حکومت کے محکمہ تعلیم کے مشورے پر اہل انگلستان کی تاریخ، جغرافیہ، تعلیم وغیرہ کے موضوعات پر تجویز کردہ مواد شائع کرتے تھے۔[۱۲]

اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کے اشاعتی پروگرام میں سداسکھ لال کی صلاحیت سے اعتماد سے کام لیا جاتا تھا۔

آر۔ آر بھٹناگر نے گارساں دتاسی کا ایک اقتباس بھی پیش کیا ہے جنھوں نے لکھا ہے کہ بدھی پرکاش اردو کے نورالابصار کا ہندی روپ تھا۔ اس کے ہمعصروں کی زبان مرصع ہوتی تھی۔ لیکن نورالابصار کی زبان سادہ تھی۔ اس میں تعلیم، تاریخ اور جغرافیہ کے موضوعات کے علاوہ ادبی مضامین اور خبریں بھی شائع ہوتی تھیں جس سے یہ ایک کامیاب اخبار بن گیا تھا۔ یہ اخبار بغاوت کے زمانے (۱۸۵۷ء) میں بھی چھپتا رہا۔[۱۳]

۱۸۵۱۔۵۲ء کی مشترکہ سرکاری رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ:

> "آگرہ کے سداسکھ لعل نے ایک ساتھ دو اخبار جاری کیے جن میں سے ایک "نورالابصار" اردو میں ہے اور دوسرا "بدھی پرکاش" ہندی میں۔ دونوں اخبار خوبی سے چلائے جاتے ہیں۔ ان کے اڈیٹر کی انگریزی دانی نورالابصار کی سلیس اردو اور بدھی پرکاش کی شدھ ہندی قابل تعریف ہیں۔ دونوں کی دو دو سو کاپیاں حکومت خریدتی ہے۔ اگرچہ ان میں عام خریداری کے لیے حالات حاضرہ کی خبریں ہوتی ہیں تاہم یہ اخبار

ایسی مفید معلومات کے حامل ہوتے ہیں کہ یہ اسکولوں میں خاص طور پر بھیجے جاتے ہیں"۔ ۱۴

بدھی پرکاش کی خبروں کے ماخذ میں زیادہ تر ہندی، اردو اور انگریزی کے اخبار تھے۔ ان میں خیر خواہ ہند، اخبار الخلائق، دہلی اخبار، دہلی گزٹ۔ ہرکارہ گزٹ۔ اخبار النواح۔ مفصلات۔ انگلش مین۔ بنارس ریکارڈر۔ فرینڈ آف انڈیا۔ گورنمنٹ گزٹ۔ ستی زن، کلکتہ کرانیکل۔ مارننگ کرانیکل۔ آگرہ مسنجر اور دبمبئی کا مراٹھی اخبار، گیان اودیہ پرکاش شامل تھے۔ ۱۵

ان امور سے صحافت کے لیے سداسکھ لعل کی وسعت نظر اور اہلیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ایک اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنی صحافتی زندگی کی ابتدا کلکتے سے کی جو اس وقت مشرق میں حکومت کا صدر مقام تھا اس کے بعد انھوں نے جس دوسرے مقام آگرہ کو اپنی صحافتی سرگرمیوں کا مرکز بنایا وہ بھی حکومت کا صدر مقام ہی تھا کیونکہ جب حکومت نے اپنے دفاتر کی توسیع شمال کی طرف کی تو اس نے سب سے پہلے آگرہ ہی کو اپنا صدر مقام بنایا جو ۱۸۵۶ء تک صوبجات شمال مغربی کی حکومت کا مرکز رہا اس دور میں ہندی کے اس خطے میں صوبجات شمال مغربی۔ بہار۔ سنٹرل پراونسز۔ راجپوتانہ اور سنٹرل انڈیا شامل تھے۔ ۱۶ سدا سکھ لعل نے کلکتہ۔ آگرہ اور الہ آباد کے تین مقامات پر جس بھی اخبار کو ہاتھ میں لیا اسے ذولسانی بنایا اور اس میدان میں بھی انھیں اولیت کا امتیاز حاصل ہے۔

آگرہ کے ساتھ اس کا پڑوسی شہر الہ آباد بھی اس وقت حکومت کی تعلیمی اور اشاعتی سرگرمیوں کا ایک مرکز بنا۔ گارساں دتاسی نے لکھا ہے کہ الہ آباد سے چھپنے والے اردو ماہنامہ آئینۂ علم اور ہندی پندرہ روزہ "ورتانت درپن" کی پشت پر بھی سدا سکھ لعل تھے۔ ۱۷

صوبجات شمال مغربی میں (جسے آج ہم اُتر پردیش کہتے ہیں) سدا سکھ لعل نے صحافت کے علاوہ ترجمہ، تالیف اور تصنیف کا بھی بہت کام کیا اور متعدد کتابیں شائع کیں۔ ان کی صحیح تعداد تو معلوم نہیں لیکن جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، لندن کی انڈیا آفس لائبریری اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں ان کی سترہ کتابوں کے نسخے موجود ہیں اور ۱۸ ویں کا ذکر پروفیسر حامد حسن قادری کی "داستان تاریخ اردو" میں ملتا ہے۔

ان تمام کتابوں کی فہرست مع مختصر کوائف ذیل میں پیش کی جا رہی ہے جو راقم الحروف نے اپنی تحقیق اور مذکورہ اداروں سے خط کتابت کی بنیاد پر مرتب کی ہے۔

عنوان	سال اشاعت	مختصر کوائف
(۱) رسالہ اصول نقاشی	۱۸۵۲ء مطبع نور الابصار	ڈرائنگ کے بنیادی اصولوں پر مدراس کے جرنل آف آرٹ میں شائع شدہ ڈاکٹر ولیم ہنٹر کے

		انگریزی مقالے کا ترجمہ جو ممالک مغربی کے لیفٹنٹ گورنر کے ایما پر ہوا۔
(۲) تاریخ ہند	۱۸۵۳ء مطبع نورالابصار	زمانۂ قدیم سے جدید تک کی روداد جو پادری منجس صاحب کے اردو مسودے اور مختلف انگریزی کتب کے انتخاب سے مرتب کی گئی۔
(۳) تذکرۃ المشاہیر	۱۸۵۴ء مطبع نورالابصار	قدیم اور جدید زمانے کے یوروپی مشاہیر کی سوانح حیات جو ممالک مغربی کے وزیر جنرل کے اہتمام سے شائع ہوا۔
(۴) گنگا کی نہر کا مختصر بیان	۱۸۵۴ء مطبع نورالابصار	رڑکی کے نزدیک دریائے گنگا سے نکالی جانے والی ایک نہر پر انگریزی رپورٹ کا ترجمہ ممالک مغربی کے لیفٹننٹ گورنر کے ایما پر اور وزیر جنرل کے اہتمام سے شائع ہوا۔
(۵) ایکٹ نمبر ۱۰ ۱۸۷۲ء یعنی مجموعۂ ضابطۂ فوجداری جدید	۱۸۷۲ء مطبع نورالابصار	انگریزی سے ترجمہ
(۶) مجموعۂ لغات عربی جلد اول	۱۸۷۷ء مطبع نورالابصار	عبدالرحیم ابن عبدالکریم صفی پوری کی تالیف منتہی الارب فی لغات العرب کا ترجمہ جو "مجموعہ قاموس وغیرہ معتبر لغات زبان کا ہے یہ منشی سداسکھ لال کی سعی وکوشش سے باعانت چند قابل و ذی استعداد طلبۂ زبان عربی کے مرتب ہوا۔"
(۷) قواعد آبکاری	۱۸۷۸ء مطبع نورالابصار	"اکسائز محصولات پر بورڈ آف ریونیو کلکتہ کی طرف سے جاری کردہ قواعد کا ترجمہ جو واسطے عہدہ داران انتظام صیغۂ آبکاری کے ممالک مشرقی بنگالہ کے لیے بحکم صاحبان بورڈ ممالک مذکور مطبوع و مشتہر ہوئے۔"
(۸) قصہ چندر کنور سورج بھان کا	۱۲۷۸ ہجری مطبع نورالابصار	فارسی سے ترجمہ
(۹) مجموعۂ اخلاق	سال اشاعت درج نہیں۔	اخلاق ناصری وغیرہ اخلاق کی مشہور فارسی کتابوں کے انتخاب کا ترجمہ۔

(۱۰) گلدستہ اخلاق	۱۸۵۳ء الہ آباد اس کا ایک اڈیشن ۱۸۷۰ء میں لاہور سے بھی شائع ہوا۔	اخلاقی درس کی کتاب جو اسکولوں کے نصاب میں شامل تھی۔ اس گلدستے کے عربی اور فارسی الفاظ کی ایک فرہنگ محمد شیر خاں نے ۱۸۸۱ء میں علی گڑھ سے شائع کی۔
(۱۱) مفتاح القواعد (حصہ اول)	۱۸۵۳ء آگرہ ۱۸۹۲ء میں اس کا ایک اڈیشن لاہور سے بھی شائع ہوا۔	یہ انگریزی زبان کی صرف و نحو کا رسالہ ہے جو مبتدیوں کے واسطے حسب الارشاد لیفٹیننٹ گورنر بہادر ممالک مغربی اور باعانت جناب ہنری سٹوٹ ریڈ، وزیٹر جنرل ممالک مغربی، سکندرہ کے یتیموں کے چھاپہ خانہ میں چھپا۔ یہ ایلی اینڈ کارنویل کی مطبوعہ انگریزی گرامر کا ترجمہ ہے جو منشی سدا سکھ لعل نے کیا۔
(۱۲) مختصر تواریخ انگلستان	۱۸۶۰ء لاہور	اس کا ایک اڈیشن "مختصر سیر انگلستان" کے عنوان سے الہ آباد سے بھی شائع ہوا۔
(۱۳) رسالہ علم طبیعات	۱۸۶۱ء آگرہ	ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز شو نارائن کی ہندی تصنیف "پدارتھ ودیا سار" کا اردو ترجمہ۔ یہ با تصویر ہے۔
(۱۴) مجموعۂ قوانین	۱۸۶۳ء مطبع نور الابصار	ایکٹ ہائے سپریم کورٹ
(۱۵) قواعد انگریزی	۱۸۶۷ء آگرہ	مبتدیوں کے لیے
(۱۶) کوش رتناکر	۱۸۷۶ء الہ آباد	سنسکرت ہندی ڈکشنری
(۱۷) التماس عجز لسانی	۱۸۷۸ء	

ان میں سے بعض کتابوں کی کئی کئی جلدیں تھیں، اور بعض کے کئی کئی اڈیشن چھپے۔ مثلاً "گلدستہ اخلاق" کے آٹھ، "مفتاح القواعد" کے چھ، رسالہ "علم طبیعات" کے تین اور "تذکرۃ المشاہیر" کے دو اڈیشن چھپے اور یہ اڈیشن مختلف مقامات سے چھپتے رہے جن میں آگرہ اور الہ آباد کے علاوہ علی گڑھ، رڑکی اور لاہور بھی شامل تھے۔

تعجب ہے کہ اردو زبان کی ہماری تاریخوں میں اس فراواں قلم کار اور نثار ادب کی خدمات کا ذکر بہت کم ملتا ہے۔ کسی بھی علم کے سفر کا جائزہ منتخب یا پسندیدہ نکات کے تذکرے ہی پر ختم نہیں ہو سکتا۔ ادب ایک قدرتی نعمت ہے جو ہر زمانے میں اپنی ایک مخصوص شکل میں میسر آتی ہے۔ اس کی حیات اور روانی کے مطالعے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تمام

موجوں اور لہروں کا احاطہ کیا جائے۔

سدا سکھ لعل کے حقائق منظر ہیں کہ اردو کی نثر کے اس ابتدائی اور دشوار دور میں اس شخص نے ساری زندگی اس زبان کی آبیاری کی۔

پروفیسر حامد حسن قادری نے اردو نثر کے ارتقا میں منشی سدا سکھ لعل کے حصے کا اجمالاً ذکر کیا ہے۔ انھوں نے اس ارتقا کو چھے ادوار میں بانٹا ہے۔ پہلے دور میں دکن میں اردو کی نشوونما جو ۱۳۲۴ء میں شروع ہوئی، پیش کی گئی ہے۔ دوسرے دور میں شمالی ہند میں ۱۷۳۲ء تا ۱۷۹۹ء۔ تیسرے دور میں مصنفین فورٹ ولیم کالج ۱۸۰۰ء تا ۱۸۳۰ء، چوتھے دور میں ۱۸۳۱ء تا ۱۸۵۷ء، پانچویں دور میں ۱۸۵۷ء تا ۱۹۰۰ء اور چھٹے دور میں ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بعد سے بیسویں صدی کے آغاز تک کے زمانے شامل کیے گئے ہیں۔

سدا سکھ لعل کو چوتھے دور میں پیش کیا گیا ہے۔ اس دور میں ۱۸۳۲ء میں اردو عدالتی اور سرکاری زبان مقرر کی گئی۔ اس سے پہلے اہل ہند کی آسانی کے لیے دیوانی، فوجداری اور مالگذاری کے قوانین کا اردو میں ترجمہ شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ ۱۸۰۳ء میں گورنمنٹ مغرب و شمال (جس میں موجودہ یوپی بھی شامل تھا) کی طرف سے "ہدایت نامہ مالگذاری" اردو میں مرتب ہوا۔ یہ قانون کی سب سے پہلی کتابوں میں سے ہے جو اردو میں لکھی گئیں۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا۔

۱۸۳۴ء میں منشی سدا سکھ لعل نے مجموعہ قوانین (ایکٹ ہائے سپریم کورٹ) مرتب کیا جس میں ۱۷۹۳ء سے ۱۸۳۴ء تک کے جملہ ایکٹ ہائے مروجہ ممالک مغرب و شمال تھے اس کی پہلی جلد ۱۸۶۴ء میں مطبع نور الابصار، آگرہ میں چھپی تھی۔ بعد کی تین جلدیں بھی اسی مطبع میں ۱۸۹۶ء میں چھپیں۔ اس کے دیباچے کی چند سطریں یہ ہیں:۔

"فائدے اس تالیف کے ایسے نہیں ہیں کہ احتیاج ان کے بیان کی ہو۔ فی الواقع یہ جلدیں آئینہ نمائے انتظام جملہ سررشتہ ہائے سلطنت عظیم الشان سرکار دولت مدار انگلشیہ کی ہیں۔ ان کے دیکھنے سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ ہر باب میں کتنے قوانین جاری وقت ہیں اور کتنے منسوخ ہو گئے۔ واضح ہو کہ مصنف نے ترجمہ اردو میں کہ وہ مسلمہ گورنمنٹ اور مندرجہ گزٹ سرکاری تھا، کچھ تصرف نہیں کیا ہے۔"[19]

حواشی:۔

۱۹ - GUIDE TO THE RECORDS IN NATIONAL ARCHIVES OF INDIA. PART III, P.450

ع۲ A.C.DASGUPTA: "THE STORY OF THE CALCUTTA GAZETTE", PP.1-25 QUOTED BY DR.B.M.SHANKEDKAR: "PRESS, POLITICS & PUBLIC OPINION IN INDIA", P.299

ع۳ HOME PUBLIC NO.6 DT.17 OCTOBER 1822

ع۴ پروفیسر حامد حسن قادری۔ داستان تاریخ اردو، چوتھا اڈیشن ۱۹۸۸ء۔ ص ۲۰۲ و ۲۰۳

ع۵ K.R.BHATNAGAR: "RISE & GROWTH OF HINDI JOURNALISM" P.712

ع۶ J.F.BLUMHARDT: "CATALOGUE OF HINDUSTANI PRINTED BOOKS IN BRITISH MUSEUM", P.304

ع۷ امبکا پرشاد، ایضاً، صفحہ ۱۷۶ "سماچار پتروں کا اتہاس"۔ صفحہ ۱۱۱۔

ع۸ T.W.BEALE: AN ORIENTAL BIOGRAPHICAL DICTIONARY LONDON 1894

ع۹ آر۔آر۔ بھٹناگر۔ ایضاً۔ صفحہ ۱۷۶۔

ع۱۰ مصنف کے نام مراسلہ نمبر IOLR 2/PC/188 DT. 16.1.91

ع۱۱ آر۔آر۔ بھٹناگر، ایضاً۔ صفحہ ۱۲۷

ع۱۲ ایضاً۔ ص ۶۶۷

ع۱۳ ایضاً صفحہ ۷۶ و ۷۷

ع۱۴ J.NATARAJAN: "HISTORY OF INDIAN JOURNALISM". P.53

ع۱۵ آر۔آر۔ بھٹناگر۔ ایضاً ۴۴

ع۱۶ ایضاً۔ صفحہ ۸۵۔ ۹۰۔ ۶۸۳

ع۱۷ ایضاً۔ صفحہ ۶۶۷۔

ع۱۸ SOURCES: (I) J.F.BLUMHARDT: "CATALOGUE OF HINDUSTANI PRINTED BOOKS IN THE LIBRARY OF THE BRITISH MUSEUM".

(II) J.F.BLUM HARDT: " A SUPPLEMENTARY CATALOGUE OF HINDI BOOKS IN THE LIBRARY OF THE BRITISH MUSEUM ACQUIRED DURING THE YEARS 1893-1912".

(III) DR.SALIMUD DIN QURAISHI: " CATALOGUE OF URDU BOOKS IN THE INDIA OFFICE LIBRARY, 1800-1920".

(IV) INDIA OFFICE LIBRARY & RECORD'S LETTER TO AUTHOR NO.IOLR 2/PC/187 DT.20 JUNE 1990

پروفیسر حامد حسن قادری۔ داستان تاریخ اردو۔ چوتھا اڈیشن۔ ص ۲۰۲ و ۲۰۳

ع۱۹ پروفیسر سید حامد حسن قادری۔ ایضاً۔